التقریظ والانتقاد

تفسیر ماجدی جلد اول[۱]

(سعید احمد اکبر آبادی)

قرآن مجید کی تفسیریں مختلف زبانوں میں بڑی کثرت سے لکھی گئی ہیں اور جب تک دنیا میں اسلام باقی ہے برابر لکھی جاتی رہیں گی لیکن کسی بھی تفسیر کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کلام الٰہی کا حق ادا کر دیا ہے اور وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا متکلم اللہ تعالیٰ ہے اور مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور ہر متکلم اور مخاطب کے درمیان ایک ایسا معنوی رشتہ اور رابطہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے مخاطب کلام کا مطلب جس طرح سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اس بنا پر جن حضرات نے قرآن مجید کو اپنے فکر و تدبر کا موضوع بنایا اور اس کی تفسیر لکھی ہے اپنے مخصوص ذوق علمی استعداد اور اپنے مسلک و مشرب کے مطابق ہی لکھی ہے چنانچہ ابن جریر محدث تھے تو ان کی تفسیر کا دار و مدار احادیث پر ہی ہے۔ امام فخر الدین

---

[۱] از مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مدیر صدق جدید لکھنؤ تقطیع کلاں ضخامت ۶۹۰ صفحات کتابت و طباعت بہتر مشمولہ بر تفسیر سورۃ فاتحہ۔ بقرہ، وآل عمران قیمت مجلد -/۱۸ پتہ: صدق جدید بک ایجنسی کچہری روڈ۔ لکھنؤ۔ پاکستان میں: میسرز فیروز سنز۔ بندر روڈ کراچی۔ ۶۰ مال روڈ۔ لاہور۔ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی - ۶

رازی منطق، فلسفہ اور علم کلام کے امام تھے۔ اس لیے ان کی تفسیر کا نمایاں وصف بھی فلسفیانہ اور کلامی مباحث ہیں۔ شیخ محی الدین بن عربی اور مہائمی بحر طریقت و تصوف کے شناور تھے تو ان کی تفسیر کا بھی یہی انداز ہے جار اللہ زمخشری بلند پایہ ادیب اور علم کلام کے ماہر تھے تو ان کی یہ خصوصیت تفسیر میں جابجا نظر آتی ہے۔ محمود آلوسی فن بلاغت کے امام تھے۔ ان کی تفسیر میں جابجا یہی مباحث پھیلے ہوئے ہیں جوہر طنطاوی سائنس کا ذوق رکھتے تھے۔ انکی تفسیر اسی قسم کی بحثوں سے پر ہے۔ غرض کہ جو مفسر جس ذوق رجحان اور استعداد و مسلک کا ہوا اس کی تفسیر آئینہ دار بن گئی۔ جو اہل فن تھے انھوں نے بہر حال تفسیر بالرائے کو دخل نہیں دیا۔ لیکن جن میں زیغ تھا وہ اپنے ذوق کی تسکین میں کہیں سے کہیں نکل گئے۔ اہل حق نے جو کچھ لکھا اس سے اگرچہ قرآن کا پورا حق ادا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا تاہم ایک خاص دائرہ کے اندر جزوی فائدہ ضرور ہوا اور قرآن کو سمجھنے میں اس سے مدد لی۔ زیر تبصرہ تفسیر بھی اسی زنجیر طلائی کی ایک کڑی ہے۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے اسکی ترتیب و تالیف میں جو محنت شاقہ کمال صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کی ہے اس کا اندازہ تفسیر کو دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں اور اس کے بعد نمبروار پہلے الفاظ کی تحقیق مشہور کتب لغتِ قرآنیہ کی روشنی میں اسی طرح کہ جو کچھ عربی میں ہے پہلے اس کا خلاصہ اردو میں لکھ دیا اور پھر اس کی تائید میں عربی عبارتیں نقل کر دیں۔ اگر کسی لفظ یا کسی ترکیب کے معنی کئی ہیں تو ان سب کو نقل کرنے کے بعد فاضل مفسر کے نزدیک جو معنی صحیح ہیں اس کو بیان کریں گے اور اس کی شہادت بھی پیش کریں گے۔ اس کے بعد فصاحت و بلاغت کا کوئی بلیغ نکتہ، آیت کا سببِ نزول، کوئی فقہی حکم، کسی قسم کا کوئی کلامی مسئلہ اور اسی نوع کی بعض دوسری چیزیں جو آیت سے متعلق ہیں ان سے بھی جستہ جستہ حسب موقع و ضرورت تعرض کرتے جاتے ہیں۔ عبارت بہت منضبط ہوتی ہے۔ نہ ایجاز مخل ہے۔ اور اطناب ممل۔ جہاں کہیں بعض اکابر سے اختلاف کیا ہے اس کی جلالت علم کا پورا احترام

لحوظ رکھا ہے اور جہاں کسی سے اختلاف کیا ہے زبان وہاں بھی بے قابو نہیں ہونے
پائی ہے۔ زبان و بیان کی شگفتگی کے لئے مولانا کا نام سب سے بڑی ضمانت ہے۔ یہ تو
خیر سب کچھ ہے ہی لیکن اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جا بجا قصص میں
خصوصاً اور احکام و مسائل میں عموماً کتب قدیمہ یعنی عہد جدید و عہد قدیم سے اور مغربی مصنفین
کی کتابوں سے عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کے مکمل حوالے دیئے ہیں۔ پھر جہاں کہیں تاریخی
یا جغرافیائی کوئی بحث پیدا ہو گئی ہے اس پر خوب داد تحقیق دی ہے۔ اس تفسیر کی یہ خصوصیت
نہایت اہم۔ بہت مفید اور بڑی بصیرت افروز ہے اور اسی نے اس تفسیر کو عام تفاسیر
سے بہت ممتاز کر دیا ہے۔ مولانا نے قرآن کے فہم اور اس میں تدبر و تفکر کا فیض جو کچھ پایا
ہے وہ حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے پایا ہے۔ اسی لئے اختلافی مسائل میں
مولانا کے مسلک کے بارے میں تو کم از کم ہمیں کوئی شک و شبہہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور
اس لئے اس پر بے تکلف اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ کا معاملہ تفسیر سے بھی زیادہ اور بہت زیادہ مشکل ہے۔ جیسا کہ فاضل مولف
نے خود کتاب کے افتتاحیہ میں تفصیل اور عالمانہ دقیقہ سنجی کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن
اس مرحلہ میں بھی موصوف بہت محتاط اور لئے دیئے رہے ہیں۔ یہاں یہ کہنا شاید بے محل
نہ ہو کہ جہاں تک قرآن مجید کے اردو ترجمہ کا تعلق ہے ہمیں اس اعتراف میں کوئی
تردد نہیں ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ اپنا جواب نہیں رکھتا اور شائد
آئندہ بھی اس کا جواب پیدا نہ ہو سکے گا۔ اس ترجمہ کی بلاغت اور اس کا حسن وہی لوگ
صحیح معنوں میں معلوم کر سکتے ہیں جو عربی اور اردو دونوں زبانوں کا طبعی اور فطری ذوق
اور ان کے ادب کا وسیع مطالعہ رکھتے ہوں۔ ہم نے اس کا ذکر اس جگہ اس لئے کیا
کہ اگر مولانا دریابادی کسی اور اردو ترجمہ کے بجائے اس ترجمہ کو اپنے لئے نمونہ بناتے
تو زیادہ بہتر ہوتا۔ مثلاً سورۃ البقرہ کے شروع میں ہی ہے: وبالآخرۃ ھم یوقنون۝

مولانا دریابادی اس کا ترجمہ کرتے ہیں: "اور یقین تو بس آخرت پر ہی رکھتے ہیں" ہمارے نزدیک یہ ترجمہ اشتباہ انگیز ہے۔ عربی میں تقدیم ماحقہ، التاخیر تاکید اور حصر وقصر کا فائدہ ضرور دیتا ہے۔ لیکن اول تو ضروری نہیں کہ دونوں جمع ہوں۔ محض تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لئے بھی بعض اوقات ایسا کر دیا جاتا ہے۔ پھر اگر قصر ہو بھی تو اس کی دو قسمیں ہیں (۱) قصر صفت علی الموصوف اور (۲) قصر موصوف علی الصفتہ مولانا کے ترجمہ سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ بس آخرت پر ہی ایمان رکھتے ہیں اور کسی پر نہیں حالانکہ اللہ اور نبوت پر ایمان اس پر بھی مقدم ہے۔ اب مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ لاحظہ فرمایئے:

"اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں" مولوی صاحب نے لفظ "بھی" سے اس مفہوم کو ادا کرنے کا کام لیا ہے جو تقدیم مسئلہ اور ضمیر فاعل کے ابراز سے پیدا ہو گیا ہے۔ اور کوئی اشتباہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ بعض کلامی مسائل میں مولانا نے اپنا جو رجحان ظاہر کیا ہے ہمیں ذاتی طور پر اس سے بھی اختلاف ہے۔ لیکن ہم یہاں اس کا ذکر اس لئے نہیں کرتے کہ مولانا نے عام مفسرین کی ہمنوائی کی ہے اور ہماری جو رائے ہے وہ خود ہماری اپنی ذاتی تحقیق پر مبنی ہے۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تفسیر ماجدی اس دور میں اسلام کی اور قرآن کی بہت عظیم الشان خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کو اس کا اجر جمیل عطا فرمائے اور اس خدمت کو سرمایۂ آخرت بنائے۔ (آمین)